(103)

جلسہ سر پر ہے

منتظمین جلسہ اور مہمانوں کا فرض

اخلاص کیساتھ تربیت چاہیئے

(فرمودہ ۳، دسمبر ۱۹۲۰ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

"ترقی کرنے والی قوموں کے ساتھ یہ بات لازمی طور پر لگی ہوتی ہے کہ ان کی ضروریات ہمیشہ ان کی آمدنی کے ذرائع سے بڑھی رہتی ہیں۔ اور جس قوم کی ضروریات ذرائع سے زیادہ نہ ہوں۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ اس میں سوچنے والے دماغ نہیں۔ ترقی کرنے والوں میں ہمیشہ ایسے دماغ ہوتے ہیں۔ جو نئے نئے کام سوچتے رہتے ہیں۔ اگر نہ ہوں تو وہ قوم ترقی کی طرف قدم نہیں بڑھا سکتی۔ کیونکہ دنیا میں ترقی کی ایک رَو چل رہی ہے اور ایک کشتی ہو رہی ہے۔ جو اس مقابلہ میں بڑھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ وہ اپنے وجود کو قائم نہیں رکھ سکتا۔ پس جماعت کی ترقی کے لیے ضروریات کا ہونا ضروری ہے کیونکہ اس کے ساتھ جماعت کے اعمال بھی ترقی کرتے رہتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ اگر دشمن اعتراض نہ کرتے۔ اور ابو جہل۔ عتبہ۔ شیبہ کا وجود نہ ہوتا۔ تو قرآن بہت مختصر ہوتا۔ اس طرح معترض کا وجود بھی مفید ہو جاتا ہے۔ وہ اعتراض کرتا ہے تو اسلام کی تائید میں نئے نئے دلائل اور نئے نئے علوم نکلتے ہیں۔ اگر سب لوگ ہی حضرت ابوبکرؓ جیسے ہوتے اور اعتراض نہ کرتے۔ تو نہ معجزات کا ظہور ہوتا۔ نہ آیات اللہ ظاہر ہوتیں۔ نہ خدا کی قدرت نظر آتی کیونکہ اس کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ پس ترقی کے لیے ضروریات کا ہونا ضروری ہے۔

اسی اُصول کے مطابق ہماری جماعت کی ضروریات ہر سال ذرائع سے بڑھی رہتی ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ یہ انحطاط کی دلیل ہے۔ تو اس کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ ضروریات انحطاط کا باعث ہوا کرتی ہیں جن میں ذرائع آمد کم ہوں یا کم رہیں۔ اور ضروریات بڑھتی جائیں۔ لیکن اگر ضروریات کے ساتھ ساتھ ذرائع میں بھی ترقی ہوتی رہے۔ تو پھر ضروریات کا بڑھنا انحطاط کا موجب نہیں ہوتا۔ اگر کوئی اکیلا شخص دس روپے ماہوار میں گزارہ کرتا ہے اور بیوی بچے کے ہونے پر بارہ روپے میں بھی گزارہ نہیں کر سکتا۔ تو اس کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ اقتصاد کے خلاف کرتا ہے یا وہ مسرف ہے پس جہاں اخراجات بڑھتے جائیں۔ وہاں آمدنی بھی بڑھتی جا رہی ہو۔ تو پھر اخراجات موجب انحطاط نہیں ہوتے۔ ہمارے اخراجات ہر سال بڑھتے جاتے ہیں، لیکن خدا کے فضل سے جماعت بھی دمبدم ترقی کر رہی ہے۔ اور اس بڑھوتی کے باعث ہم جو سامان بھی کرتے ہیں۔ وہ کم ثابت ہوتے ہیں۔

مثلاً یہی سالانہ جلسہ ہے۔ ہم ہر سال پیشتر کی نسبت زیادہ اندازہ کرتے ہیں۔ مگر خدا کے فضل سے مہمان پہلے سال کی نسبت بہت زیادہ آجاتے ہیں۔ اس لیے ہمارے بڑھے ہوئے اندازے بھی کم ہوتے ہیں اور لوگوں کو کسی نہ کسی باعث سے شکوہ پیدا ہو ہی جاتا ہے۔ اگر کوئی کہے۔ یہ کیوں ہوا۔ تو ہم کہیں گے کہ اس میں ہمارا قصور نہیں۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہمارے اندازے سے بڑھکر مہمان آتے۔

یہاں ایک اور بات بھی قابلِ ذکر ہے اور وہ یہ کہ جب کسی مہمان کو تکلیف ہوتی ہے۔ اور وہ شکایت کرتا ہے۔ تو اس وقت ہمارے منتظموں کو یہ حق نہیں کہ ان کی شکایت کے متعلق یہ کہیں کہ تم یہاں آرام پانے نہیں آئے تھے۔ بلکہ تمہارے آنے کی غرض دین سیکھنا تھا۔ اگر کوئی تکلیف پہنچ گئی ہے۔ تو اس کی پرواہ نہ کرو۔ کیونکہ اگر وہ ایسا کہیں گے۔ تو یہ ان کا اپنے قصور کو چھپانا ہوگا۔ بے شک اس کا یہاں آنا دین سیکھنے کے لیے ہوتا ہے اور اس کا بھی فرض ہوتا ہے کہ اس غرض کو مدِّنظر رکھے۔ مگر اس منتظم کا بھی کچھ فرض ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ مہمان کی حتی الامکان خدمت اور دلجوئی کرے۔ اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچے۔ تو نرمی سے بتائے کہ یہ غلطی کس طرح ہوئی ہے، لیکن اس کی بجائے منتظم کا مہمان کو اس کا فرض یاد دلانے کے یہ معنے ہیں کہ وہ اپنا فرض بھولا ہوا ہے۔ اور اپنی کوتاہی کو چھپاتا ہے۔ پس منتظم کا یہ کام نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک تیسرے شخص کا کام ہے کہ دونوں کو ان کے فرائض کی طرف متوجہ کرے۔ ورنہ اگر ایسے دونوں شخص جن کے ذمہ فرائض ہیں۔ ایک دوسرے کو اس کا فرض یاد دلائیں گے تو اس طرح فساد ہوگا۔ مثلاً اگر قرض خواہ مقروض کو کہے کہ میاں خدا کا حکم ہے کہ وعدہ پورا کرنا چاہیئے۔ تم

نے جو وعدہ کیا تھا۔ اس کو پورا کرو۔ اور ادھر مقروض کہے کہ خدا کا حکم ہے کہ سختی نہیں کرنی چاہیئے۔ تو فساد ہوگا۔ لیکن ایک تیسرا شخص دونوں کو ان کے فرائض یاد دلا سکتا ہے اور اس طرح کوئی فساد نہیں ہو سکتا۔
پس جب مہمان آتے ہیں۔ تو جو شخص کھانا کھلانے پر مقرر ہو۔ اگر اس سے کوئی غلطی ہو جائے اور مہمان اس کی شکایت کریں۔ تو اس کا کام ان کو نصیحت کرنا نہیں۔ نہ ان کو ان کے فرض یاد دلانا اس کا کام ہے۔ بلکہ اس کا فرض ہے کہ اپنی غلطی کا اعتراف کرے اور ان سے معافی چاہے۔ اور اسی طرح اگر مہمان ان کو یہ کہے کہ روٹی کھلانے والے نکمے ہیں۔ کسی کام کے نہیں۔ اپنا فرض ادا نہیں کرتے تو ان کا نصیحت کرنا بھی درست نہیں۔ اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ یہ شریعت کے حکم کے پردے میں اپنے بغض کو اور غصہ کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ کام بھی ایک تیسرے شخص کا ہے کہ ان کو نصیحت کرے۔ میں نے دیکھا ہے کہ ہمارے جلسہ پر مہمانوں کو شکایت پیدا ہوتی ہے مگر بیسیوں دفعہ اس میں منتظم کا دخل نہیں ہوتا اور بہت دفعہ تھوڑی سی توجہ سے اس غلطی کی اصلاح کی جا سکتی ہے۔ لیکن ایسے وقت میں منتظم کا نصیحت کرنا بہت تکلیف دِہ ہوتا ہے اور اس کا بُرا اثر پڑتا ہے۔ کیونکہ اس نصیحت کو نصیحت نہیں خیال کیا جاتا۔ بلکہ سمجھا جاتا ہے کہ اس طرح اپنا پیچھا چھوڑاتے ہیں۔
پس میں قادیان کے دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں۔ اور ابھی سے کہ جلسہ میں ابھی بیس روز رہتے ہیں۔ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنی ذمہ واری کو سمجھ لیں۔ پہلے میں ایک آدھ جمعہ پہلے کہا کرتا تھا۔ اب دو جمعے درمیان چھوڑ کر کہتا ہوں کہ ابھی اپنے فرض کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ میں نے بارہا نصیحت کی ہے۔ لیکن میں کہہ سکتا ہوں کہ ابھی تک ایک بھی نہیں۔ جس نے اپنی ذمہ واری کو سمجھا ہو۔
خوب یاد رکھو کہ تم خالی اخلاص سے کچھ نہیں کر سکتے۔ جب تک اخلاص کے ساتھ تمہاری تربیت نہ ہوئی ہو۔ تم میں بہت ہیں جو مخلص ہیں۔ اور بہت ہیں جو دین سے محبت رکھتے ہیں۔ مگر بہت ہی کم ہیں جو تربیت یافتہ ہیں۔ تربیت جہاں کام دے سکتی ہے۔ وہاں محض تمہارا اخلاص کام نہیں آسکتا۔ دیکھو اگر تم ایمان میں حضرت ابوبکرؓ کے برابر بھی ہو جاؤ۔ تو محض ایمان میں ترقی یافتہ ہونا تمہیں دشمن کے مقابلہ میں لڑائی کے فن سے واقف نہیں کر سکتا۔ لڑائی کا فن اسی وقت آئیگا۔ جب تم باقاعدہ تربیت پاؤ گے۔ اور مشق کرو گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بڑے مخلص تھے۔ مگر تربیت کی ان کے لیے بھی ضرورت تھی۔ اسلیئے وہ لوگ تیر اندازی اور دیگر فنوں کی باقاعدہ مشق کرتے تھے۔ دیکھو تربیت کا یہ اثر ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی نماز کی صفوں کو سیدھا کرو۔ ورنہ خدا تمہارے دل ٹیڑھے کر دیگا[1]۔ اس

---

[1] مسلم بروایت مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب تسویۃ الصفوف

قدر صفیں سیدھی کرنے کی تاکید ہے۔ مگر نماز میں عموماً صفیں ٹھیک نہیں ہوتیں، لیکن فوج کے سپاہی جو دس دس روپیہ کے نوکر ہوتے ہیں اور جن کو کوئی اخلاص نہیں ہوتا۔ کیسے اپنی صفوں کو سیدھا رکھتے ہیں اور جب تیز چلتے ہیں۔ تب بھی ان کی صفیں ٹھیک رہتی ہیں۔ تم میں اخلاص ہے۔ مگر چونکہ تربیت نہیں ہے۔ اس لیے تم صفیں سیدھی نہیں کر سکتے۔ اور ان کے پاس اخلاص نہیں۔ صرف تربیت ہے۔ وہ اس کام کو کر سکتے ہیں۔

پس تمہیں خواہ کتنا ہی ایمان حاصل ہو، مگر جب تک تم الف۔ ب نہیں پڑھو گے۔ اور جب قاعدہ زبان سیکھنے کی کوشش نہیں کرو گے۔ تمہیں زبان عربی یا کوئی اور زبان نہیں آئے گی۔ یاد رکھو کہ جہاں جسم ساتھ ہوگا۔ وہاں محض اخلاص کام نہیں دیگا۔ بلکہ اس کے لیے تربیت حاصل کرنی پڑیگی۔ اخلاص کا تعلق محض رُوح سے ہے لیکن جہاں جسم ساتھ ہو۔ وہاں اخلاص کے ساتھ تربیت بھی ہونی چاہیئے۔

شریعت نے نماز فرض کی ہے لیکن چونکہ نماز کا تعلق جسم سے بھی ہے۔ اس لیے جب جسم بیمار ہو، تو شریعت کہتی ہے بیٹھ کر یا لیٹ کر یا اشارے سے نماز پڑھ لو۔ نماز جو اصل میں رُوح کا فعل ہے جسم کے بیمار ہونے سے لیٹ کر ہی پڑھی جاتی ہے۔ حالانکہ جسم کے بیمار ہونے کے ساتھ روح بیمار نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات بیماری میں رُوح اور زیادہ خدا کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ تو لیٹ کر پڑھنے کی یہی وجہ ہے کہ چونکہ جسم بیمار ہوتا ہے۔ اور نماز کے ساتھ جسم کا بھی تعلق ہے۔ اس لیے جسم کی رعایت رکھنی پڑتی ہے۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ تم میں پچاس فیصدی ہیں جنہوں نے اس نکتہ کو نہیں سمجھا کہ ان کاموں میں جن میں جسم کا تعلق ہے محض روح کی صفائی کام نہیں دے سکتی۔ تم میں سے خواہ ہر ایک حضرت ابوبکرؓ سے بھی ایمان میں بڑھ جاتے مگر جب تک تمہاری تربیت ٹھیک نہیں ہو گی محض ایمان و اخلاص سے دُنیا کو فتح نہیں کر سکو گے۔

غور کرو۔ بارش ہو رہی ہو۔ تمہاری ایک دیوار ٹوٹ گئی ہو۔ اور تم کو اندیشہ ہو کہ اگر چور آئیں گے۔ تو تمہیں لوٹ لے جائیں گے۔ تمہیں اپنے مکان سے اور اپنے مال سے محبت ہے، لیکن تم شکستہ دیوار کو نہیں بنا سکتے۔ ہاں ایک معمار جس کو تمہارے مکان اور مال سے کوئی محبت نہیں۔ چند پیسے لیکر تمہاری دیوار کو تم سے بہت زیادہ اچھا بنا دے گا۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ تم باوجود محبت کے نہ بنا سکے۔ اور وہ باوجود محبت نہ رکھنے کے اچھا بنا سکا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کام کے متعلق اس کی تربیت ہوئی ہے اور تمہاری نہیں ہوئی۔

پس ہر کام کے لیے جس میں جسم کا تعلق ہو۔ تربیت اور مشق ہونی چاہیئے۔ نماز کے لیے بھی مشق کی ضرورت ہے۔ بہت ہیں جو تہجد کی تڑپ رکھتے ہیں۔ مگر نہیں اُٹھ سکتے۔ اس لیے کہ ان کو مشق نہیں۔ اسی لیے رسولِ کریم نے ان میاں بیوی کی تعریف کی ہے۔ جو ایک دوسرے کو تہجد کے لیے اُٹھائیں۔ کیونکہ اس طرح مشق ہوتی ہے۔ ایک چوکیدار جس کو لوگوں کے اموال سے کوئی محبت نہیں ہوتی۔ چند روپیہ لے کر سردی کی لمبی راتوں میں جاگتا ہے مگر تم باوجود اپنے اموال سے محبت رکھنے کے رات کو نہیں جاگ سکتے۔ اس کی کیا وجہ ہے یہی کہ اس نے مشق کر کے اپنے جسم کو ایسا بنا لیا اور تم نے اپنے جسم کی تربیت نہیں کی۔

یہ ایک ضروری نکتہ ہے مگر افسوس ہے کہ اس کو نہیں سمجھا گیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہر ایک کام میں نقص رہتا ہے۔ ایک شخص کو کوئی صیغہ سپرد کیا جاتا ہے۔ وہ اس کے متعلق علم حاصل نہیں کرتا نہیں دیکھتا کہ پہلوں نے اس کام کو کیا۔ تو کس طرح کیا۔ کیا کیا نقص ہوئے۔ کس طرح اصلاح ہوئی۔ کیا رکاوٹیں پیش آئیں۔ اور خود اس کو جو دقتیں پیش آئیں۔ وہ ان کو بھی نہیں لکھتا۔ ہمارے ہاں جلسہ پر انتظامی امور میں بعض نقص ہوتے ہیں۔ اس وقت بوجہ اخلاص کے درد بھی محسوس کیا جاتا ہے مگر ان نقائص کو لکھا نہیں جاتا۔ اور اس لیے آیندہ ان کے دُور کرنے کی کوشش نہیں کی جاسکتی۔ حالانکہ کام کرنے والوں کا قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی کام کو کرنا ہوتا ہے۔ تو اس کے متعلق کوشش اور مشق پہلے سے شروع کرتے ہیں۔

مثلاً جنگ میں یہ دیکھا گیا ہے کہ جہاں حملہ کرنا ہوتا تھا۔ تین تین مہینہ پہلے سپاہ سے مشق کراتے تھے اور جس علاقہ پر حملہ کرنا ہوتا تھا۔ اس کے مصنوعی راستے اور اس کی پہاڑیاں بنا کر فوج سے اس پر حملہ کراتے تھے۔ جب وہ پختہ ہو جاتے۔ تب حملہ کرتے تھے۔ سکولوں میں جلسے کرتے ہیں۔ اگر کسی بڑے شخص نے آنا ہو تو کوئی طالبعلم نظم پڑھتا ہے کوئی ایڈریس پڑھتا ہے اور فرض کیا جاتا ہے کہ وہ بڑا شخص آگیا اسلیئے کہ جب وہ شخص آئے تو یہ نکمے ثابت نہ ہوں اور تو اور یہ خبیث ناٹکوں والے جنھوں نے ملک کے اخلاق بگاڑ دیتے ہیں۔ یہ بھی پہلے مشق کرتے ہیں پھر سٹیج پر آتے ہیں۔

اب ہمارے جلسہ کا موقع ہے۔ ہائی سکول کے لڑکے یا اور جو سٹیشن پر مہمانوں کو رسیو کرینگے۔ اگر ان کو مشق نہیں تو مہمانوں کے لیے تکلیف کا باعث ہونگے، لیکن اگر ان کو مشق کرائی جائے۔ تو مفید ہو سکتے ہیں۔ اور اس کا طریق یہ ہے کہ فرض کر لیا جائے کہ ریل آگئی۔ تمام لڑکوں کے بستر کمروں میں باندھ کر رکھے ہوئے ہیں۔ ان کو فرض کیا جائے کہ گاڑیوں میں مہمانوں کے بستر ہیں اور کپتان وسل کرے اور ماتحت لڑکے فوراً جس طرح گویا ریل آکر ٹھہر گئی۔ کمروں میں داخل ہوں۔ اور بستروں کو فوراً نکال لائیں اور اگر جلسہ سے پہلے پانچ سات دفعہ یا جتنی ضرورت ہو ان سے مشق کرائی جائے۔ تو وہ اب بغیر تربیت کے جتنا کام

کرتے ہیں۔اس سے کہیں زیادہ اور کہیں اچھا کام اس وقت کر سکیں گے۔ دیکھو کانگرس وغیرہ والے کس طرح کام کرتے ہیں۔ان کی محض تربیت ہوتی ہے۔ان میں وہ اخلاص نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا ہزارواں حصہ بھی نہیں ہوتا۔جو تم میں ہے۔ ۱۹۱۸ء میں جب اول بار میں ڈلہوزی گیا۔ اس وقت مجھ کو یہ خیال آیا تھا کہ ہمارے لوگوں کی تربیت نہیں۔اسی وقت سے میں بار بار خطبات میں۔ درسوں میں تقریروں میں کہہ رہا ہوں مگر افسوس ہے کہ اس پر توجہ نہیں کی گئی۔پس جسمانی کاموں میں جسمانی تربیت کی ضرورت ہے۔دیکھو عیسائی مبلغ جن ممالک میں جاتے ہیں۔چونکہ وہ تربیت یافتہ ہوتے ہیں اس لیے شور مچ جاتا ہے۔مگر ہمارے مبلغ بعض دفعہ برسوں رہتے ہیں۔اور لوگوں کو علم تک نہیں ہوتا۔اس نکتہ کو سمجھو اور تربیت کی طرف توجہ کرو۔اگر چاہتے ہو کہ کامیاب ہو۔ ورنہ محض ایمان سے وہ کام جو درکار ہے نہیں

خدا نے جو سامان دیئے ہیں ان کو استعمال میں لاؤ۔ان کو استعمال میں نہ لانا اور فتح چاہنا خدا کا امتحان لینا ہے۔اگر مشق نہیں کرو گے تو ہزاروں سال میں بھی مقصد حاصل نہیں کر سکو گے۔تربیت ہو۔اور پھر کام کرنے والوں پر ایک نگران ہو۔جس کو سوائے نگرانی کے اور کوئی کام نہ ہو۔پھر کام ہوگا۔یورپ کا کاروبار۔ایک جرمن فلاسفر کے قول پر چل رہا ہے۔اس سے پوچھا گیا کہ کس طرح اچھا انتظام ہو سکتا ہے اس نے کہا کہ کچھ لوگ بالکل فارغ ہوں۔جو یہ دیکھ سکیں کہ دوسرے فارغ نہیں۔ وہ صرف دماغ کی طرح ہونے چاہئیں۔ان کا کام صرف سوچنا ہو۔ وہ دماغ ہوں اور دوسرے اعضاء و جوارح۔ یہی عمدگی کے ساتھ کام کرنے کا طریق ہے۔فرض کرو۔اگر مجھے بیت المال کا کام سپرد ہو اور میں روز روپیہ کا حساب کرنے بیٹھوں تو جماعت کی بہتری کے لیے اور جو بہت سے کام ہیں۔اس وقت کرتا رہتا ہوں۔وہ کس طرح کر سکوں۔

پس نگران ہوں جن کا کام محض نگرانی ہو۔میں نے ابھی سے نصیحت اس لیے کی ہے۔تاکہ تم اس فرض کے ادا کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔جلسہ پر صرف احمدی ہی نہیں غیر احمدی بھی آتے ہیں۔اس وقت جو احمدی آتے ہیں۔اگرچہ ان کو جو تکلیف ہو۔وہ برداشت تو کرتے ہیں۔مگر اچھا اثر نہیں لیتے لیکن جو غیر احمدی آتے ہیں۔ان کو اگر تکلیف پہنچے۔تو وہ جتنے قریب ہوتے ہیں۔ اتنے ہی دور ہو جاتے ہیں۔

میں نصیحت کرتا ہوں کہ جو فارغ ہوں۔ وہ حتی الوسع اپنے آپ کو افسروں کے پیش کریں اور پھر مشق کریں۔اور تربیت حاصل کریں تاکہ کام کو خوبی کے ساتھ سرانجام دے سکیں۔اگرچہ یہ وقتی نصائح ہیں۔مگر یہ ہمیشہ کے لیے یاد رکھو کہ جب تک تربیت نہ ہو کوئی کام خوبصورتی سے نہیں

ہوسکتا۔ جن کاموں میں جسم کا تعلق ہو۔ وہ محض اخلاص سے نہیں ہوسکتے۔ اگر اس نکتہ کو مدِنظر رکھو تو تمہارا ترقی کا قدم تیزی سے اُٹھ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ہم ان تمام ذرائع کو استعمال کرسکیں۔ جن سے ہماری ترقی میں سُرعت پیدا ہو۔ اور اسلام جلد پھیل جائے۔ آمین؛

(الفضل ۹ر دسمبر ۱۹۲۰ء)